عالم اسلام کے لئے دعا، جھوٹ کے خلاف جہاد، سچائی کی عادت اور لین دین کے معاملات درست کرنے کی تلقین

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ رمئی ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

آج کا جمعہ تمام عالمِ اسلام میں خاص شان اور اہتمام کے ساتھ منایا جارہا ہے اور حسن اتفاق سے اس جمعہ کو دنیا کے اکثر ممالک میں جمعۃ الوداع قرار دیا جاچکا ہے۔ ورنہ اس سے قبل اختلافات ہو جایا کرتے تھے اور بہت سے علماء بعض دوسرے علماء سے اس بات پہ متفق نہیں ہوتے تھے کہ عید کب منائی جائے گی۔ خصوصاً جب تک عید کا چاند قریب نہ آجائے اس وقت تک بعض علماء اظہارِ رائے سے بھی گریز کرتے تھے۔ اس لئے کسی جمعہ کو جمعۃ الوداع قرار دینا بعید از قیاس تھا لیکن یہ جمعہ اس لحاظ سے ایک امتیازی جمعہ بن جاتا ہے کہ ابھی مہینے کا فیصلہ تو اپنی پرانی طرز کے مطابق نہیں کرسکتے لیکن جمعہ کو جمعۃ الوداع قرار دے چکے ہیں۔

بہرحال دنیا والوں کے جمعہ کو جمعۃ الوداع قرار دینے سے تو اس جمعہ کی حقیقت اور اسکی کیفیت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ یہ جمعہ الجمعۃ الوداع ہے یا نہیں اس سے قطع نظر ایک بات بہرحال یقیناً اس جمعہ کے متعلق کہی جاسکتی ہے کہ جتنی مساجد اس جمعہ پر بھری ہیں اتنی مساجد اس سارے سال میں نہ پہلے بھری ہیں نہ بقیہ سال کے حصے میں کبھی بھریں گی اور اس وقت ساری دنیا میں جہاں جہاں بھی مساجد موجود ہیں وہ کثرت کے ساتھ بھرچکی ہیں بلکہ لوگوں کو سمانہیں سکتیں اس لئے باہر گلیوں میں

یا صحنوں میں یا شامیانوں کے نیچے یا کھلی فضا میں جہاں جہاں کسی کو جگہ ملی ہے وہ آج عبادت کے لئے اکٹھا ہوا ہے۔

تو عبادت کی کثرت بھی اپنی ذات میں ایک برکت پیدا کرتی ہے۔ کثرت ان معنوں میں کہ عبادت کرنے والوں کی کثرت ہو جائے اور کثرت کے ساتھ ایک قوت پیدا ہوتی ہے اس لئے اگر سارا عالمِ اسلام اس جمعہ کے دن، خواہ ان میں سے بہت سے ایک ہی دن اکٹھے ہونے والے ہوں اکٹھا ہو جائے اور تقویٰ کی دعا مانگے، عالمِ اسلام کے لئے اچھے نصیبوں کی دعا مانگے، بدیوں سے پرہیز کی دعا مانگے تو مجھے یقین ہے کہ اس جمعہ کی دعائیں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہوں گی اور عالمِ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کے طرف سے نئی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی، کئی مصائب ان کے دور ہوں گے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل کے زمانے میں نیکی کے معاملے میں بھی علماء کا اتفاق نہیں رہا اور ایسے مقدّس موقع پر بھی بعض دفعہ خدا تعالیٰ سے اتحاد اور نیکی کی توفیق مانگنے کی بجائے افتراق کی تعلیم دینے والے موجود ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف جذبات کو ابھارنے والے موجود ہیں اور ایسے موقع پر جتنا بڑا اجتماع ہو اتنا ہی بڑا نحوست کا موجب بن جاتا ہے۔ خدا سے برکتیں حاصل کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے غضب کو مانگنے والا بن جاتا ہے۔ اس لئے جہاں تک جماعتِ احمدیہ کا تعلق ہے ہمیں اس خصوصی جمعہ کے دن زیادہ تر توجہ ایسی دعاؤں کی طرف دینی چاہئے جن کا سارے عالمِ اسلام سے تعلق ہو اور وقتی طور پر اپنے دکھ بھول کر من حیث الجماعت اسلام کے دکھ جو ہیں ان کو پیشِ نظر رکھ کر ان کے لئے خصوصیت سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ یہ تکلیفیں عالمِ اسلام سے ٹال دے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم ہی اسلام ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن جب میں عالمِ اسلام کہتا ہوں تو مراد صرف جماعت احمدیہ نہیں ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو بھی کسی رنگ میں بھی اسلام کی طرف منسوب ہو رہا ہے، جو بھی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا توحیدِ باری تعالیٰ سے تعلق ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے دعاوی پر ایمان لاتا ہے ہر وہ شخص ایک وسیع تر تعریف کی رُو سے عالمِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور جب میں کہتا ہوں عالمِ اسلام کے دکھ تو سارے عالمِ اسلام کے دکھ مراد ہیں ہر اُس شخص کے دکھ مراد ہیں جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہونے والا ہے۔ ان میں سب سے بڑے دکھ تو روحانی دکھ ہیں۔ اس قدر تیزی کے ساتھ اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کا معاشرہ ظلم اور بدی کی طرف

دوڑتا چلا جارہا ہے، اس تیزی کے ساتھ انحطاط پذیر ہے کہ جو لوگ احساس رکھتے ہیں وہ بارہا اس غم میں کڑھتے ہیں، خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں اور بہت سی صورتوں میں جہاں تک دنیاوی اصلاحی کوششوں کا تعلق ہے ان کی پیش نہیں جاتی ۔ بہت زیادہ مہیب حالات ہیں اس سے بہت زیادہ جو پچھلے سال آپ نے دیکھے تھے۔ دن بدن کیفیت بگڑتی چلی جارہی ہے۔ ایک طرف بظاہر حکومتوں کی شوکتوں سے ایک اجماع کی تصویر بھی کھچ رہی ہے۔ بڑے بڑے منصوبے باندھے جارہے ہیں عالمِ اسلام کو اکٹھا کرنے کے، ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے ان کی سیاسی وحدت کو جو پہلے منتشر ہو چکی تھی پھر ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے اور جہاں تک اسلام کی ظاہری شوکت کا تعلق ہے اسے بحال کرنے کے لئے بہت بڑے وسیع منصوبے ہیں جو بڑی بڑی حکومتیں بنارہی ہیں اور اس میں زیادہ دلچسپی لے رہیں ہیں لیکن جہاں تک ان کی کنہ کا تعلق ہے، ان کی حقیقت کا تعلق ہے ان میں دنیا داری کے لئے ، وجاہتوں کے لئے کوششیں، غیر قوموں میں نفوذ کے لئے کوششیں اور بعض حکومتوں کے اپنے اثر ونفوذ کو بڑھانے کے لئے کوششیں یہی اس تمام اجتماعی جدّ وجہد کا ماحصل ہے۔ یہی خلاصہ ہے اس تحریک احیائے نو کا۔

عملاً جب تک اسلام مسلمان افراد کے رگ وپے میں پیوستہ نہ ہو جائے ، ان کے خون میں داخل ہو کر ان میں دوڑنا نہ شروع کر دے اس وقت تک فی الحقیقت اسلام کے لئے کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور اسلام کی شوکت کا راز مسلمانوں کے تقویٰ میں ہے، اس طرف توجہ نہیں ہے۔ چنانچہ ایسی حکومتیں آپ دیکھیں گے جنہوں نے اپنے نام اسلامی حکومتیں قرار دے دیئے جنہوں نے شریعت کو نافذ کرنے کی کوششیں شروع کر دیں یہ الگ بات ہے کہ ان کی شریعت کا تصور کس حد تک باقی علماء نزدیک اتفاق کے لائق ہے یا نہیں ہے لیکن بہر حال ایک نیکی کے نام پر ایک کوشش دکھائی دے رہی ہے اور خود ایسے ممالک ہی میں جہاں اسلام کا چرچا بڑھ رہا ہے یہی حکومت والے ساتھ یہ اعلان کرنے پر بھی مجبور ہو رہے ہیں کہ دن بدن بد دیانتی بڑھ رہی ہے ، دن بدن ظلم بڑھ رہا ہے، دن بدن سفّا کی زیادہ ہوتی چلی جارہی ہے، دن بدن اخلاقی قدریں گر رہی ہیں ۔ جو بدرسوم پہلے نہیں تھیں غریب ممالک میں وہ ان غریب ممالک میں داخل ہو رہی ہیں ۔ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ Drug Adiction یہ بڑے بڑے امیر ممالک کی عیاشی ہے یعنی ایسے افیم قسم کی دوائیں جو

نشہ تو نہیں پیدا کرتیں شراب کے رنگ میں لیکن انسانی ذہنی صلاحیتوں کو بالکل تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔اسی دنیا میں رہتے ہوئے ابتداء میں وہ یہ تصور پیدا کرتی ہیں کہ آپ اس دنیا سے باہر بلند ہو گئے ہیں اور ایک ایسی دلکش فضا میں پہنچ گئے ہیں جہاں لذّتیں ہی لذّتیں ہیں کوئی تکلیف نہیں ہے۔اس قسم کے نفس کے دھوکے یہ دوائیاں پیدا کر کے اس کی عادت ڈال دیتی ہیں اور اس کے نتیجے میں چونکہ یہ دوائیں ابتداء میں سستی ملتی ہیں اور عمداً جو دوائیں پھیلانے والے لوگ ہیں وہ شروع میں ان کو سستا رکھتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ ان کو مہنگا کرتے چلے جاتے ہیں اور جوں جوں حکومتیں ان کے خلاف، ان تحریکات کو دبانے کی کوشش کرتی ہیں ویسے ہی ایک اقتصادی قانون کے مطابق ان کی قیمتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔تو یہ جب امیر ممالک میں بھی داخل ہوتی ہے بُرائی تو اس کے نتیجے میں جرائم پھیل جاتے ہیں کثرت سے کیونکہ امیر ممالک میں بھی ان ڈرگز (Drugs) وغیرہ قسم کی چیزوں کو خریدنے کے لئے عام طور پر لوگوں میں استطاعت نہیں ہوتی خصوصاً نوجوان طبقے میں کیونکہ مالی لحاظ سے ان کے اندر یہ استطاعت نہیں ہوتی کہ جتنی بھی ڈرگ کی قیمت بڑھتی چلی جائے وہ اپنی عادت کے مطابق وہ حاصل کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ چوری، ظلم، سفّاکی، گھروں کے تالے توڑنا یا ویسے اُچکوں کے طور پر بازاروں میں پھرنا کسی غریب عورت کو پکڑ لیا کسی بچے پہ ظلم کر لیا اس سے کچھ چھین لیا۔

یہ رجحانات جو اکثر مغربی ممالک میں آپ کو مل رہے ہیں اس کے پیچھے ڈرگ کی بدی ہے اور غریب ممالک میں آپ اندازہ کریں اگر ڈرگز کی عادتیں پھیل جائیں تو جب ان کی قیمتیں بڑھیں گی لازماً اس وقت کس قدر پاگل ہو کر یہ لوگ جرائم میں مبتلا ؤں گے۔نہایت ہی خوفناک حالات پیدا ہونے والے ہیں قریب کے زمانہ میں بہت سے ایسے اسلامی ممالک میں جہاں ارادتاً بعض ظالموں نے ڈرگز کو، ڈرگز کی عادت کو ایک سکیم کے مطابق عوام الناس میں جاری کیا ہے اور بعض ممالک میں تو اس کثرت سے یہ پھیل چکی ہے کہ اگر حکومت کی تمام تر کوششیں اس طرف مبذول ہو جائیں تب بھی اب وہ اس کو جڑوں سے اکھیڑنے کے قابل نہیں رہے۔ مافیاز (Mafias) بن چکے ہیں جن کے قبضہ قدرت میں چلا گیا ہے سارے کا سارا ملک۔اس لئے یہ تو پہلا دور ہے اس سے جو صلاحیتیں تباہ ہوں گی، جو روحانی قدریں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی، جو بداخلاقی اس کے نتیجے میں ظاہر ہو گی وہ اپنی جگہ اور دوسروں پر جو ظلم بڑھیں گے وہ اپنی جگہ۔ایسے ملک اقتصادی لحاظ سے بھی پھر زندہ رہنے

کے لائق نہیں رہتے سب کچھ ان کا تباہ ہو جاتا ہے۔ بہت بڑے بڑے ممالک میں چونکہ اقتصادی معیار بہت بلند ہوتا ہے اس لئے ان کی اقتصادیات پر گہرا اثر پڑتے پڑتے وقت لگتا ہے لیکن جو غریب ممالک ہیں ان پہ تو بداثرات بہت تیزی سے ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں۔

تو صرف اس ایک پہلو کو آپ دیکھ لیں تو عالمِ اسلام کے بہت بڑے حصے کو شدید خطرہ لاحق ہے اور بہت بڑا حصہ اس خطرے سے عملاً دوچار ہو چکا ہے۔ سفّا کی اور ظلم ویسے ہی زیادہ پھیلتے چلے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا بظاہر ایک ملک اسلامی بن گیا ہے بظاہر نعرے اسلامی ہو گئے ہیں، ان کے ریڈیو مسلمان ہو گئے ان کی ٹیلی ویژن مسلمان ہو گئیں، ان کے اخبارات مسلمان ہو گئے، سب عنوان مسلمان ہو گئے ہیں لیکن واقعةً اگر آپ دیکھیں تو بددیانتی اور ظلم دن بدن حدود سے تجاوز کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پہلے بھی یہ ظلم کی کیفیت تھی وہ اچھی نہیں تھی اور خدا کے عذاب کو بلانے والی تھی لیکن اب تو بعض جگہ اتنی خطرناک حالت ہو گئی ہے کہ بعض مثلاً پاکستان کے علاقوں سے جو مجھے خط آتے ہیں بہت ہی ہولناک ہیں۔ کہتے ہیں پہلے زمانے میں تو پولیس مقدمے درج کیا کرتی تھی اور یہ ڈراوا دے کر کہ ہم تمہارے خلاف یہ جھوٹا مقدمہ درج کر لیں گے ہمیں پیسے دو، پیسے بٹورہ کرتی تھی۔ بڑا ظلم ہے جھوٹ اور سفّا کی ہے سب کچھ ہے لیکن اب ایک اور قباحت پیدا ہو گئی ہے۔ اب یہ کہ جس کو الزام لگا کر پکڑتے ہیں اس کو شدید Torture کرتے ہیں اور Torture کی حالت میں اُس سے فون کرواتے ہیں رشتہ داروں کو کہ اگر تم نے اس شخص کو بچانا ہے تو اتنے پیسے دے دو ورنہ ہمارے ہاتھ تمہارا ایک مجرم آیا ہوا ہے اس کو ہم نہ صرف یہ کہ مقدمہ کر کے خراب کریں گے مگر مقدمے سے پہلے پہلے جو کچھ ہم سے ہو سکتا ہے ہم اس کے خلاف کریں گے اور بعض خطوں سے پتا چلتا ہے کہ قریباً نیم پاگل کر کے انہوں نے مقدمہ اس وقت دائر کیا پولیس نے جب غریب رشتہ دار پیسے نہ دے سکے، مقدمہ بھی دائر کیا لیکن اس سے پہلے Torture کر کر کے اس کو نیم پاگل بنا کے چھوڑ دیا۔

تو جس ملک میں ظلم اس حد تک پہنچ چکا ہو وہاں آپ کی دعائیں بھی کیا کریں گی پھر کیونکہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے خدا کی رحمت نازل نہیں ہوا کرتی۔ بعض جرم ایسے ہیں جن کے نتیجے میں آپ مغفرت کی توقع ہی چھوڑ دیتے ہیں اور مظلوم کی آہِ رسا ایک ایسی آہ ہے جس کے قبول

کرنے کی خدا نے حتمی آنحضرت ﷺ کو خبر دی ہے۔ وہ دعائیں جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ میں ضرور قبول کروں گا ان میں ایک مظلوم کی دعا ہے اور وہ دعائیں جو نامقبول ہوں ان کے متعلق بھی خبر ہے بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ جیسے مستجاب الدعوات کے متعلق بھی فرمایا کہ بعض ظالم ایسے ہیں جن کے متعلق میں تمہاری دعا بھی قبول نہیں کروں گا۔ آخر کیوں یہ آیت قرآن کریم میں نازل فرمائی گئی؟ یہ ہم جیسے انسانوں کے لئے ایک نصیحت اور سبق تھا کہ بعض مظالم سے اگر تم نہیں روکو گے اپنے ساتھیوں کو، وقت پر نہی عن المنکر کا کام نہیں شروع کرو گے تو ایسے حالات ہو سکتے ہیں کہ پھر کسی کی دعا بھی اس موقع پر کام نہیں آئے گی۔

تو قومیں جب مظالم میں حد سے زیادہ آگے بڑھ جاتی ہیں تو خدا کا غضب مقدر ہو جاتا ہے پھر نیک سے نیک آدمی کی دعا بھی مقبول نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتنی گریہ وزاری کی تھی کیسی التجائیں کی تھیں بلکہ قرآن کریم نے فرمایا کہ جھگڑا شروع کر دیا، بحث کی کہ نہیں اس قوم کو ابھی کچھ اور مہلت ملنی چاہئے اس کو معاف کر دے لیکن خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے ساتھ بے انتہا پیار کے باوجود جو بحث کی گئی مجرموں کی خاطر اس کو محفوظ بھی کیا، حضرت ابراہیمؑ سے ناراض نہیں ہوا لیکن بات نہیں مانی۔ حضرت لوطؑ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اور کتنے ہی انبیاء ہیں جن کی دعائیں ظالموں کے حق میں نامقبول ہو گئیں۔

تو جماعت احمدیہ تقویٰ کے کسی بھی مقام پر ہو جو خدا تعالیٰ کی ازلی تقدیریں ہیں ان کو نہیں بدل سکتی۔ اس کو بدلنے کے لئے بعض وقت ہوتے ہیں اور بہت ساری صورتوں میں وہ وقت گزر چکے ہیں ہمارے ہاتھ میں نہیں رہے، پانی سر سے گزر چکا ہے۔ تو اتنے خطرناک مہیب حالات ہیں اگر ان کی حس ہی نہ ہو، اگر توجہ ہی نہ ہو ان کی طرف، انسان اس غم میں نہ گھلے تو دعا مقبول ہو یا نامقبول دعا کی طرف توجہ بھی پیدا نہیں ہو گی لیکن ایک بات جس کی طرف میں آپ کو آج خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دعائیں نامقبول ہو جائیں گی اور کسی قوم کے حق میں بظاہر حالات ایسے ہیں کہ اب نہیں سنی جائیں گی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دعائیں کی نہ جائیں۔ اللہ نے بار بار آنحضرت ﷺ کو یہ خبر دی کہ میں نہیں سنوں گا تمہاری یہ دعا، بعض ظالموں کے حق میں میں نہیں قبول کروں گا ستّر دفعہ بھی استغفار کرو گے تو میں نہیں قبول کروں گا۔

آنحضرت ﷺ نے دعا نہیں چھوڑی۔ فرمایا اچھا میں ستّر دفعہ سے زیادہ استغفار کر لیتا ہوں، اگر مجھے پتا لگ جائے کہ یہ قبول ہو جائے گی تو اس سے بھی زیادہ دفعہ کر لیتا (بخاری کتاب الجنائز۔ حدیث نمبر: ۱۱۹۰) لیکن دعائیں نہیں چھوڑیں۔ دعائیں نامقبول نہیں ہوتیں ان معنوں میں کہ کرنے والے کو لگ جاتی ہیں اور اس پہلو سے جماعت احمدیہ کے اپنے لئے یہ دعائیں حصار بن جائیں گی۔ اگر وہ ظالموں کے حق میں دعائیں کریں گے کہ اے اللہ! انہیں معاف فرما انہیں مصیبتوں سے نجات بخش تو بعض صورتوں میں تو فائدہ ہو بھی جائے گا کیونکہ ہر آدمی کی ایک جیسی حالت نہیں ہے، ہر ایک کا ظلم مختلف معیار پر ہے، مختلف مراحل میں سے قوم گزر رہی ہے اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ بالعموم نامقبول ہو جائیں گی۔ بہت سے خدا کے نیک بندے ہیں جنہیں خدا کی خاطر خدا کے بندوں کی بھلائی کی خاطر بعض دعا کرنے والوں کی دعائیں بچا سکتیں ہیں لیکن جن کے حق میں نامقبول بھی ہوں ان کے متعلق بھی دعا کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ دعائیں دعا کرنے والے کی طرف لوٹ آتی ہیں پھر اور بددعا کا بھی یہی فلسفہ ہے۔ انبیاء اور نیک لوگوں کے خلاف بددعائیں کرنے والے خود اپنی بددعاؤں سے ہلاک ہو جایا کرتے ہیں اور ظالموں کے لئے دعائیں کرنے والے خود اُنہی دعاؤں سے خود بچتے ہیں اور ان کے مراتب بلند ہوتے ہیں خدا کا قرب پہلے سے بڑھ کر ان کو نصیب ہونے لگ جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے جب ہم غور کرتے ہیں تو خدا کا یہ اعلان کہ میں دعا کو قبول کرنے والا ہوں فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ (البقرہ: ۱۸۷) یہ ایک لحاظ سے اعلانِ مطلق ہے اس میں کوئی استثناء آپ نہیں دیکھتے۔ ہاں یہ دعا کس کے حق میں قبول ہونی ہے یہ فیصلہ خدا اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ بدبخت کی دعا اس کے خلاف مقبول ہو جاتی ہے اور نیک بخت کی دعا اگر بدبخت کے لئے بھی کی جائے بعض دفعہ تو نیک بخت کے اپنے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اس لئے دعا تو بہرحال کرنی ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ہر ملک میں ایک حالت نہیں ہے، ہر ملک جو بد سے بدتر بھی ہو چکا ہے اس میں بھی شریف النفس لوگ موجود ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جن تک ابھی بدیاں نہیں پہنچیں۔ بہت سے ہیں جو کڑھ رہے ہیں، ان کے دل جل رہے ہیں وہ کچھ کر نہیں سکتے چاہتے ہیں کہ بدیاں دور ہوں۔

فطری طور پر مسلمان میں نیکی موجود ہے اور بڑی بھاری تعداد مسلمان عوام الناس کی ایسی ہے جو نہایت بد ملکوں میں رہنے کے باوجود بھی نیکی سے پیار ضرور رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں تمنّا ہے

کہ ہم نیک ہوں اور ہماری حالت سدھر جائے۔ تو ایسے سب لوگ آپ کی دعاؤں سے فیض پائیں گے اور بڑی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ جماعت احمدیہ کی دعائیں عالمِ اسلام کے حق میں قبول ہوں گی ، مختلف رنگ میں قبول ہوں گی ۔

اس لئے دعا کی طرف جب میں توجہ دلاتا ہوں تو یہ سارے پہلو کھولنا چاہتا ہوں کہ کیا مراد ہے ۔ بد سے بدقوم کے لئے بھی ، بد سے بد انسان کے لئے بھی دعا کرنا ہمارا فرض ہے اور اس دعا کے لئے ہمدردی ہونا ضروری ہے ۔ یہ ایک دوسرا پہلو ہے جس کو ہمیشہ دعا کرنے والے کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے ۔ منہ سے نکلی ہوئی ایسی دعا جو حلق سے نیچے سے نہ اٹھ رہی ہو ۔ ایسی دعا ایک Mechanical Process ہے ۔ ایک قسم کا ایسا عمل ہے جس کے اندر جان نہیں ہے ، اس میں کوئی روح نہیں ہے ۔ ہر دعا جو مقبول ہوتی ہے اس کے اندر روح ہونا ضروری ہے اور روح کے لئے نیک اعمال کا ہونا بھی ضروری ہے ۔

اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ دعا کریں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ روح کے ساتھ دعا کریں اور پھر اپنا جائزہ لے کر یہ بھی دیکھیں کہ اگر آپ کی دعائیں مقبول نہیں ہوتیں تو کون سی بدیاں ایسی ہیں جن پر آپ کو اصرار ہے ، کون سی ایسی نیکیاں ہیں جن سے آپ کو محرومی حاصل ہے ۔ اس طرف آپ توجہ کریں گے تو وہ لوگ جو شکوے کرتے رہتے ہیں کہ ہماری دعا مقبول نہیں ہوئی ان کو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک ایسی دولت ہاتھ آجائے گی جس کے نتیجے میں ایک ایسا عظیم الشان گُر مل جائے گا ، جس کے نتیجے میں دن بدن ان کی دعائیں پہلے سے بڑھ کر مقبول ہونے لگ جائیں گی ۔ مگر آج کے دن اس وقت تو یہ وقت نہیں ہے کہ آپ فوری طور پر اپنی اصلاح کر لیں اپنی نیکیاں بڑھا لیں اپنی بدیوں کو دور کر دیں اس لئے آج کیا کریں ؟

یہ سوال ہے اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ ایک چیز ہے جو آپ کر سکتے ہیں ۔ اپنے لئے دعا کرتے ہوئے خدا کے حضور یہ نذر پیش کر دیں کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں میں اتنی بدیاں ضرور دور کر دوں گا اور یہ یہ نیکی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا ۔ پھر خدا تعالیٰ اس عہد کے بعد آپ کے ساتھ یقیناً غیر معمولی رحمت اور شفقت کا سلوک فرمائے گا اور وہ نیکیاں جو ابھی آپ نے کیں نہیں ان کی ابھی سے جزا دینی شروع کر دے گا کیونکہ خدا کے ہاں جو بندے کے تعلق کے معاملات ہیں وہ عام دنیا

کے معاملات سے مختلف ہیں۔

اس لئے اگر آج بھی کسی جگہ کوئی شخص یہ فیصلہ کرے کہ اے اللہ! آج کے دن میں یہ فیصلہ کرتا ہوں میں کمزور ہوں تو مجھے طاقت بخش میں اس فیصلے پر قائم رہوں لیکن نیت میری اچھی ہے اس لئے میری دعاؤں کی قبولیت کو بڑھا دے۔ یہ جو میں کہہ رہا ہوں دعاؤں کی قبولیت کا اعمالِ صالحہ سے تعلق ہے یہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے اچھے کلمات کو عملِ صالح رفع بخشتے ہیں۔ وہ کون سے اچھے کلمات ہیں۔ سب سے اہم صفاتِ باری تعالیٰ، اس کی حمد ہے۔ اس کے بعد درود کی باری آتی ہے، تیسرے نمبر پر دعائیں ہیں۔ ان تینوں چیزوں کو جو کلماتِ حسنہ شمار ہوں گی ان تینوں چیزوں کو عملِ صالح رفعت بخشتے ہیں۔ ورنہ جس طرح کمزور کا پھینکا ہوا پتھر بعض دفعہ ہاتھ سے بمشکل اچھلتا ہے اور واپس گر جاتا ہے اور بعض بڑی قوت سے پھینکتے ہیں اور بڑا اونچا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح دعائیں کرنے والوں کی دعائیں ہیں کوئی چلتی ہی نہیں، اٹھتی ہی نہیں بے چاری وہ اٹھتی ہے اور گر جاتی ہے، اس میں پرواز کی طاقت ہی نہیں۔

کچھ ایسے ہیں جن کی دعاؤں میں ایسی پرواز کی طاقت ہے کہ وہ دل میں پیدا ہوتی ہے اور عرشِ الٰہی میں مقبول ہو جاتی ہے تو ان کے درمیان بہت سے مراحل ہیں بہت سے مختلف درجات کے انسان ہیں۔ ہر انسان کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ کچھ تو طاقت بڑھائے اپنی۔ اس لئے عملِ صالح کا جو دعا سے تعلق ہے اس کو ضرور پیشِ نظر رکھیں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آج چونکہ مخصوص دعاؤں کا دن ہے ویسے بھی جمعہ کا دن بہت ہی مبارک ہوا کرتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے بعد عصر تک کی جو حالت ہے خاص طور پر دعاؤں کی مقبولیت کا وقت ہوتا ہے (ترمذی کتاب الجمعۃ حدیث نمبر:۴۵۱) اور جمعہ جو رمضان شریف میں ہو پھر وہ جمعہ جو جمعۃ الوداع کے طور پر بڑی کثرت کے ساتھ منایا جا رہا ہو اور عبادت کرنے والوں کی کثرت کی برکت بھی اس کو حاصل ہو جائے پھر وہ جو آخری عشرہ کی ایسی تاریخ میں ہو جس کا لیلۃ القدر سے بھی تعلق ہے تو یہ ایک خاص دن ہے۔ اس لئے اس دن سے جس قدر بھی ممکن ہے استفادہ کرتے ہوئے اپنی جھولیاں بھر لیں۔

جہاں تک اعمالِ صالحہ کا تعلق ہے چند باتیں خاص طور پر میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ کو دعا کی قبولیت کی لالچ دے کر میں نے سوچا کہ اس رنگ میں دوبارہ تحریک کروں کہ یہ

نیکیاں اختیار کریں اوران بدیوں سے بچیں۔گزشتہ سال کے دوران بھی یہ کہتا رہا ہوں مختلف مواقع پر اس سے پہلے بھی کہتا رہا لیکن بعض خصوصیت کے ساتھ ایسی چیزیں ہیں جن کو جماعت احمدیہ کو کوشش کے ساتھ حاصل کرنا چاہئے اور بعض ایسی ہیں جن کو کوشش کے ساتھ ترک کرنا چاہئے اوراس کے نتیجے میں ان کو دوطرح کی قوتیں نصیب ہوں گی ایک تو دعا کی قوت، دوسرے ان کی بات میں وزن پیدا ہو جائے گا اور معاشرے کی اصلاح کے لئے جو بات کا وزن ضروری ہے وہ ان کو نصیب ہوگا ورنہ ان کی باتیں بے کار جائیں گی۔

نصیحت کرنے والے میں بعض بنیادی خوبیاں ہونی چاہئیں اگر وہ خوبیاں اس میں پائی جائیں تو اس کی نصیحت چھوٹی سے ہو سادہ بھی ہو اس میں وزن پیدا ہو جاتا ہے، اس میں تبدیلی کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔اگر وہ خوبیاں اس میں موجود نہ ہوں تو خواہ کتنی ہوشیاری کی باتیں کرنے والا ہو کیسی کیسی ضروب المثل پیش کرے یا کہیں گے امثال پیش کرے اچھی اچھی تب بھی اس کی بات میں وزن نہیں پیدا ہوگا، دکھاوے کا حسن پیدا ہو سکتا ہے تو تبھی آپ نے دیکھا ہوگا بعض لوگوں کی بات چھوٹی سی بھی ہو وہ دلوں میں حرکت پیدا کر دیتی ہے بعض دفعہ بڑے بڑے عظیم الشان انقلاب برپا کر دیتی ہے۔میں نے پہلے بھی ایک دفعہ مثال دی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی نور اور تقویٰ بخشا تھا اور آپ کی بات میں بڑا وزن تھا لیکن آپ کی بات کا جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کے وزن سے موازنہ کا تعلق ہے ایک روایت ہے جو بڑی دلچسپ ہے۔

ایک صاحب روایت کرتے ہیں کہ میرے ایک شرابی دوست تھے جو ویسے نیکی کے خواہشمند تھے ان کے دل میں تمنا تھی کہ میرے اندر تبدیلی پیدا ہو انہوں نے مجھ سے خود خواہش کا اظہار کیا کہ چلو مجھے قادیان لے کے چلو، شراب میں نہیں چھوڑ سکتا۔اس کا ایسا میں عادی ہو چکا ہوں کہ جتنا چاہوں کوشش کر کے دیکھ لوں مجھ سے نہیں چھٹتی تو وہاں خدا کے نیک بندے بستے ہیں ہو سکتا ہے ان کے اثر سے میری یہ بُرائی چھوٹ جائے۔چنانچہ وہ صحابی جنہوں نے روایت کی ہے وہ ان کو لے کے گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں پہلے لے گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ان کو لمبے عرصے تک سمجھایا، ان کو شراب کی بُرائیاں بتائیں اور نیکی کی تعلیمیں دیں، مثالیں دیں لیکن اس کے باوجود جب وہ باہر آئے تو انہوں نے کہا کہ ابھی وہ بات نہیں پیدا ہوئی۔میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں

لیکن وہ جو آخری قوت ہے ارادے کی وہ نہیں پیدا ہوسکی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف چند کلمات کہے مختصراور وہ مجلس برخاست ہوئی لیکن جب وہ باہر نکلے تو انہوں نے کہا کہ میری ساری جو بدی کی تمنا تھی بالکل اس پر موت آ گئی ہے دل ٹھنڈا ہو گیا ہے اس خواہش سے اور یوں لگتا ہے ایک نئی زندگی مجھے عطا ہوئی ہے۔ چند کلمات تھے (حیات قدسی صفحہ :۱۵۹۔۱۶۵)۔ تو اس لئے کلمہ کے اندر رفعت کا یہ بھی مفہوم ہے ایک۔یعنی دوطرح کی قوت ملتی ہے نیکی سے ایک کلمہ کا دعا بن کے مقبول ہو جانا، ایک بندوں میں نصیحت بن کے مقبول ہو جانا۔ دوقسم کی رفعتیں نصیب ہوتی ہیں اس لئے عملِ صالح کو اختیار کرنا ضروری ہے۔اس کے بغیر نہ کلمہ کلمۂ حسن بنتا ہے نہ اس میں کسی قسم کی رفعت پیدا ہوتی ہے نہ رسوخ پیدا ہوتا ہے۔

جو باتیں خاص طور پر میرے پیشِ نظر ہیں جن کی اطلاعیں جب ملتی ہیں تو بہت تکلیف پہنچتی ہے یعنی بعض برائیوں میں سے، ان میں ایک جھوٹ ہے۔ جماعت احمدیہ کا جھوٹ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی باتوں میں سادگی اختیار کرنی چاہئے اور جہاں تک ممکن ہے جھوٹ کی ہر قسم سے پرہیز کرنا چاہئے لیکن میں نے دیکھا ہے یہ جھوٹ ہمارے بچوں میں بھی پایا جاتا ہے۔خاص طور پر تو بعض ممالک میں ویسے ہی جھوٹ کی بیماری بڑی عام ہے۔ انگلستان میں آپ دیکھیں اور بعض یورپ کے دوسرے ممالک میں دوسری بدیاں بڑی کثرت سے ملتی ہیں لیکن جھوٹ بہت کم ملے گا۔ان کی بدیوں کے اظہار میں بھی دراصل ایک سچائی پائی جاتی ہے۔اگر آپ اس کا غور سے تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ جو چھپاتے نہیں اپنی بیماریاں اس کا بھی سچائی سے ایک قسم کا تعلق ضرور ہے۔ کہ یہ جو کچھ ہے وہ اس کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ بدمعاشیاں ہیں گند ہے اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے کہ یہ ظاہر کرنا خود بھی ایک جرم بن جاتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں جرم عام ہوتا ہے، بے حیائی پھیلتی ہے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ ظاہر کرنا چاہئے یا نہیں کرنا چاہئے مگر اس کے پیچھے ایک سادگی اور ایک سچائی ضرور ہے اور عام روزمرّہ کی باتوں میں الا ماشاءاللہ جب پولیس پکڑ کے لے جاتی ہوگی تو میں نہیں جانتا کتنا جھوٹ بولتے ہیں لیکن عام روزمرّہ کی زندگی میں ان کو جھوٹ کی عادت ہی نہیں ہے بالکل صاف بات کرتے ہیں۔

اسی طرح افریقہ میں میں نے دیکھا ہے وہاں جھوٹ کی بہت کم عادت ہے جو بھی مجھے خطوط ملتے رہتے ہیں بڑی سادگی کے ساتھ اپنی ساری باتیں بیان کرتے ہیں کھل کے اور جو جرم ہے وہ کہتے ہیں ہاں ہم نے یہ کیا، یہ یہ کرتے ہیں۔ جو سچی بات ہے وہ اسی طرح کھل کے بیان کرتے ہیں یا میں نہیں جانتا کہ باقی معاشرے میں بھی یہ حال ہے لیکن افریقہ کے احمدیوں کا جہاں تک تعلق ہے میں بڑے حد تک وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان میں سچائی کی عادت ہے لیکن پاکستان، ہندوستان اور اسی طرح بعض دیگر ممالک ایسے ہیں جن کے معاشرے میں جھوٹ رچ بس گیا ہے۔ بچپن سے مائیں گویا دودھ میں جھوٹ پلا رہی ہوتی ہیں۔ ماں باپ بے تکلفی سے گھر میں جھوٹ بولتے ہیں اور روزمرّہ بچے کو جھوٹ کی تربیت دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں چالاکی ہے یعنی جھوٹ کے ذریعے کچھ حاصل کر لینا یہ ہوشیاری اور ذہن کی برتری ہے حالانکہ حد سے زیادہ جہالت اور بے وقوفی ہے۔ کریکٹر تباہ ہو جاتا ہے، انسان کسی کام کا بھی نہیں رہتا نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا رہتا ہے۔ ایسا ذلیل گناہ ہے کہ اگر آپ غور کریں تو ہر گناہ ہر بدی کی جڑ جھوٹ کے اندر داخل ہے اور جھوٹے کی دعا مقبول نہیں ہوگی۔ جھوٹا اپنے آپ سے جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے اس بیچارے کو پتا ہی نہیں لگتا کہ میں کیا ہوں۔ اپنے متعلق فرضی باتیں نیکی کی سوچ لیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا ٹھیک کام کر رہا ہوں۔ اتنا ظلم ہے جھوٹ کے اندر، اتنی تاریکی ہے کہ قرآن کریم نے اسی لئے سب سے زیادہ جس بُرائی کو مردود قرار دیا ہے وہ جھوٹ ہے اسے شرک بھی قرار دیا ہر طرح سے اس کے خلاف جہاد کیا اور اس کے متعلق یہاں تک فرمایا کہ یہ ہے ہی کوئی چیز نہیں اس کے اندر وجود کی کوئی بھی صفت نہیں پائی جاتی۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل:۸۲)

جھوٹ میں بزدلی بھی ہے، جھوٹ میں ظلمتیں بھی ہیں جھوٹ میں کوئی بھی باقی رہنے والی صفت موجود نہیں۔ خود مٹتا ہے مراد یہ ہے کہ قوموں کو مٹا دیتا ہے جو جھوٹ کی حامل قومیں ہوتی ہیں وہ مٹ جایا کرتی ہیں۔ اس لئے جھوٹ سے پرہیز تو انتہائی ضروری ہے۔ جہاں آپ اپنے دوستوں کو جھوٹ بولتا سنتے ہیں بعض دفعہ آپ سمجھتے ہوں گے کہ یہ مذاق کا جھوٹ ہے ہلکی بات کی ہے۔ ہرگز یہ نہ سمجھیں۔ جھوٹ کو تو کسی قیمت پر برداشت نہ کریں۔ آج کل الرجیز (Alergies) کا زمانہ ہے یعنی الرجیز دریافت

بہت ہو رہی ہیں۔ بڑی بری چیز ہے الرجی۔ اگر ایک الرجی اگر آپ حاصل کر لیں تو میں سمجھتا ہوں یہ بہت ہی اچھی چیز ہوگی۔ یہ جھوٹ کے خلاف الرجی اختیار کر لیں۔ برداشت نہ ہو آپ کے اعصاب ٹوٹنے لگ جائیں جھوٹ سنتے ہوں تو۔

یہ ایک بہت ہی اہم چیز ہے اور اس معاملے میں مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو تو واقعی الرجی تھی جھوٹ کے ساتھ، برداشت نہیں ہوتا تھا کسی کے منہ سے۔ بہت دفعہ بعض لوگ بڑے بڑے جُرم کر کے آپ کے سامنے آتے تھے آپ تحمّل سے بات کرتے تھے ان کو سمجھاتے تھے غصّے کا اظہار نہیں کرتے تھے مگر جہاں کسی نے بہانہ پیش کیا اپنے نفس کا کوئی جھوٹی بات کہہ دی وہاں آپ کا غصّے کا پارہ یوں چڑھتا تھا اور بالکل برداشت نہیں ہوتا تھا۔ بعض لوگ بلکہ حیران ہوا کرتے تھے کہ دل کا حلیم ہوگا اور اتنا غصّے کا اظہار۔ دل کا حلیم تو تھا مگر جھوٹ کے خلاف الرجی ضرور تھی۔ وہ برداشت نہیں ہو سکتا تھا اور اکثر صورتوں میں میں نے یہی دیکھا ہے کہ جہاں جھوٹ کا پہلو آیا وہاں آپ کا غصّہ بڑھتا تھا جہاں جھوٹ نہ ہو وہاں بڑے سے بڑا مجرم اگر صاف بات کر رہا ہو آپ غصّے کا اظہار نہیں کیا کرتے تھے اور دل کا حلیم ہونا بھی سچا تھا کیونکہ غصّے کے اظہار کے بعد پھر دل میں اس شخص کے لئے ہمدردی بھی پیدا ہوتی تھی اس کی دلداری بھی فرماتے تھے کئی رنگ میں اس سے احسان کا معاملہ بھی کیا کرتے تھے۔

آپ بھی جھوٹ کی الرجی کی دعا مانگیں تا کہ معاشرے کو پاک کریں جھوٹ سے، برداشت نہ کریں اس چیز کو اور برداشت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مارنا شروع کر دیں، خود تکلیف محسوس کریں اور پھر جس طرح بھی چاہیں، جس طرح بھی ہو سکتا ہو سمجھا کر محبت سے پیار سے بعض جگہ ناراضگی کے اظہار سے بھی دعائیں کر کے جھوٹ کی بیخ کنی کی کوشش کریں۔

یہ جہاد گھروں میں شروع ہوگا کیونکہ ہر گھر والا جانتا ہے کہ میرے گھر میں جھوٹ پرورش پا رہا ہے۔ بیوی جھوٹ بولتی ہو وہ خاوند سے چھپ نہیں سکتی، ماں جھوٹ بولتی ہے تو وہ بچوں سے چھپ نہیں سکتی، باپ جھوٹ بولتا ہے تو وہ نہ بیوی سے چھپ سکتا ہے نہ بچوں سے چھپ سکتا ہے۔ اس لئے گھروں کو اصلاح کا یونٹ بننا چاہئے اور ہر احمدی جس تک یہ آواز پہنچے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا بچے ہوں ان کو جھوٹ کے خلاف ایک جہاد کا علم بلند کر دینا چاہئے۔ بچے بھی اس ضمن میں ہمارے بہت

کام آسکتے ہیں کیونکہ بہت سے بچے ایسے ہیں وہ میں حیران ہوتا ہوں دیکھ کے کہ اللہ کے فضل سے وہ جو بات سنتے ہیں تو قبول کرتے ہیں اور پھر اپنے بڑوں کو بھی نصیحت شروع کر دیتے ہیں۔

آج کل کیسٹ سنانے کا رواج ہو رہا ہے گھروں میں مختلف ممالک سے اطلاعیں ملتی ہیں کہ خطبات کی کیسٹ یا بعض دوسرے مضامین پر مشتمل کیسٹس سناتے ہیں تو بچے بڑے شوق سے سنتے ہیں اور بعض بچوں کو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سننے کا جنون ہو گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جی ابھی تک آئی کیوں نہیں۔ اس کا نیک اثر کس حد تک پیدا ہو رہا ہے اس کا میں اس سے اندازہ کرتا ہوں کہ کئی بچے مجھے یہ خط لکھنے لگ گئے ہیں کہ ہمارے ابا کو جھوٹ کی عادت ہے، ہماری ماں میں یہ عادت ہے، دعا کریں ہمارے بڑے بھائی نماز شروع کر دیں۔ اپنے پتے لکھتے ہیں بعض بچے کہ میرے بھائی کا یہ پتا ہے میرے باپ کا یہ پتا ہے اس کو خدا کے لئے خط لکھیں کہ یہ کام نہ کرے بہت بُرا لگتا ہے ہمیں۔ تو معلوم ہوتا ہے بچوں کی چونکہ فطرت نسبتاً زیادہ صاف ہے اور خدا کے قریب تر ہے اس لئے ان تک ان باتوں کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ تو پہلے میں بچوں سے مخاطب ہوں۔

جو بچے میری آواز سُنیں گے براہِ راست یا کیسٹس کے ذریعے وہ یہ فیصلہ کرلیں کہ نہ ہم نے جھوٹ بولنا ہے نہ اپنے ماں باپ کو جھوٹ بولنے دینا ہے۔ بچوں کی طرف سے اگر نصیحت ہوگی تو کچھ شرمندہ تو ہوں گے کم سے کم، یہ کیا ہو رہا ہے ہمارے گھر، خدا نے ہمارے سپرد بچے کئے تھے اور ہم نے اپنے آپ کو بچوں کے سپرد کر دیا ہے۔ تو بچوں کی طرف سے جو نصیحت آتی ہے وہ بعض دفعہ کاٹتی ہے، بعض دفعہ وہ چرکہ لگا کر بھی اثر پیدا کر دیتی ہے۔ موٹی جلد والوں کو چرکہ لگانا پڑتا ہے اس لئے بچے کی نصیحت بعض دفعہ یہ کام کر جاتی ہے۔ پھر بہنیں ہیں اپنی بھائیوں کو نصیحت کریں، مائیں اپنے خاوندوں سے التجاء کریں کہ دیکھو خدا کے واسطے جھوٹ نہ بولو کم سے کم گھر کو تو چھوڑو سر دست اور خاوند اپنی بیویوں کو نصیحت کریں۔ یہ چرچا کریں ان باتوں کا۔ مجالس میں مذاق کے طور پر بھی جب جھوٹ بولا جائے تو ہنسیں نہیں بلکہ ناراضگی کا اظہار کریں کہ یہ کیا مذاق ہوا یہ تو بڑی بے ہودہ بات ہے۔

جھوٹ کے خلاف آپ کا جو جہاد ہے وہ آپ کی بات میں ایک خاص وزن پیدا کر دے گا اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آپ کو اپنی دعاؤں کو بھی رفعت نصیب ہوگی۔ آپ کے کلام کی تاثیر کو بھی رفعت نصیب ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ جھوٹ نہیں بولیں گے تو مراد ہے سچ بولیں گے۔ یعنی یہ

ایک ایسی بات ہے کہ ایک کی نفی کی جائے تو اس کا جو دوسرا پہلو ہے وہ خود بخود ساتھ ابھر آتا ہے۔ جھوٹ نہ بولنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ بولیں ہی نہ، مطلب یہ ہے کہ جب بھی بولیں گے آپ سچ بولیں گے اور جب آپ سچ کی طرف متوجہ ہوں گے تو آپ حیران ہوں گے کہ سچائی کا سفر بھی ایک بڑا وسیع سفر ہے۔ جھوٹ نہ بولنے کا نام سچائی نہیں ہے صرف، سچائی کے اندر بہت ہی باریک مضامین داخل ہیں بہت ہی وسیع معانی ہیں اس لفظ کے اندر جو تجربے سے معلوم ہوں گے اور پھر بظاہر آپ سچے بن چکے ہوں گے مگر مختلف مراحل پر آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ اتنے سچے نہیں بنے تھے کہ یہاں بھی سچائی کو قائم رکھ سکیں۔ ابتلاء کے مختلف ادوار انسان پر آتے ہیں بعض مواقع پر انسان کو یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہاں اگر میں سچ بولوں گا تو یہ نتیجہ نکلے گا اگر میں جھوٹ بولوں گا تو یہ نتیجہ نکلے گا۔ عام حالات میں کوئی شخص سچا بھی ہو تو بعض ایسے مراحل پر آکر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس میں سچائی کی طاقت پیدا نہیں ہوئی کم سے کم اتنی پیدا نہیں ہوئی کہ اس مرحلے پر بھی وہ سچائی کے ساتھ چمٹ سکے۔

تو مختلف مراحل پر سچائی کے امتحان بدلتے رہتے ہیں، مختلف مراحل پر انسان محسوس کرتا ہے کہ کس حد تک وہ حقیقت میں سچا تھا اور کس حد تک حقیقت میں سچا نہیں تھا۔ تو بڑا وسیع سفر ہے۔ پس یہ کہہ دینا کہ جھوٹ نہ بولو یہ کافی نہیں، سچائی کا ایک مثبت مضمون ہے۔ اسی لئے انبیاء کے متعلق جب خدا تعالیٰ فرماتا ہے وہ صدیق تھے تو اس میں اور معیار کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں۔ **نبی کو صدیق کہنا سچائی کی اتنی عظیم الشان تعریف ہے کہ عام انسان عام حالات میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ سچائی ہوتی کیا ہے** اس لئے یہ بہت ہی بڑا وسیع سفر ہے اس کے لئے بھی دعائیں کریں گے محنت کریں گے، اپنی نظر کو تیز کریں گے، غور کی عادت ڈالیں تو رفتہ رفتہ اللہ کے فضل کے ساتھ آپ کو سچائی کی گہرائی نصیب ہونا شروع ہو جائیگی، سچائی کی وسعتوں سے آپ واقف ہونا شروع ہو جائیں گے اور یہ سچائی جب یہ مومن کو ایک روحانی سفر سے دوسرے روحانی سفر کی طرف لے جانا شروع کرتی ہے تو یہ بھی ایک رفعت کی تعریف ہے۔ عملِ صالح کلام کو رفعت بخشتے ہیں اور کلمہ کی رفعت سے مراد مومن کی اپنی ذات کی رفعت بھی ہے کیونکہ مومن بھی ایک کلمہ ہے۔ اس لئے واقعہ یہ ہے کہ سچائی کے نتیجے میں انسان کا مرتبہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے، انسان کا مقام بلند ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کو نئی عظمتیں نصیب ہونی شروع ہو جاتی ہیں اور وہ رفتہ رفتہ اپنے گردو پیش سے بلند ہونے لگ جاتا ہے۔

تو سچائی کا سفر بھی ایک ایسا سفر ہے جس کو Conciously اس بات کو پیشِ نظر رکھ کر اختیار کرنا ہے کہ ہم نے سچائی کے مختلف پہلوؤں کو دریافت کرنا ہے کہ سچائی ہوتی کیا ہے اس سے پیار کرنا ہے، اس سے محبت کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی ہے کہ خدا ہمیں سچائی کے بلند تر معیار نصیب فرماتا رہے۔

یہ دو باتیں تو بنیادی ہیں۔ ان دو باتوں کے درمیان اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا ان سے تعلق ہے، ایک چیز دوسرے پر اثر ڈالنے والی ہے۔ میری مراد ہے عام اخلاقِ حسنہ۔ روزمرّہ کی گفتگو میں انسان کے اندر شائستگی پائی جائے، حوصلہ پایا جائے، چھوٹی اور اوچھی باتیں نہ کرے، کمینی کمینی باتوں پر خوش نہ ہو، ایک دوسرے کے اوپر فوقیت حاصل کرنے کی تمنّا اس رنگ میں نہ ہو کہ انسان اپنی بڑائی کرنا شروع کر دے دوسرے کے اوپر، ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی ایک تمنا تو وہ ہے جس کا خدا ہمیں حکم دیتا ہے اسی لئے میں کوئی تھوڑا سا رُک کر یہاں اس مضمون کو آگے بڑھاؤں۔ ایک فوقیت تو وہ ہے جس کا خدا نے حکم دیا ہے کہ ضرور حاصل کرو وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ (الواقعہ:۱۱) ان کا ذکر فرماتا ہے کہ کیسے کیسے خدا کے پیارے بندے ہیں جو سبقت لے جانے والے ہیں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے۔

پس نیکیوں میں آگے بڑھنے والے وہی ہیں جو ایک دوسرے پر فوقیت اختیار کرتے ہیں لیکن اس فوقیت کو تکبر میں تبدیل نہیں ہونے دیتے۔ اس فوقیت کے نتیجے میں اپنے سے کم درجے پر تمسخر نہیں کرتے اپنے سے کم درجے کا مذاق نہیں اڑاتے اسے اپنے سے گھٹیا اور نیچا نہیں سمجھتے اس کی تذلیل نہیں کرتے۔ یہ جو فوقیت کا تصور ہے کہ میں دنیا کی نظر میں بڑا ہو جاؤں اور خواہ خدا کی نظر میں چھوٹا ہی رہوں۔ یہ وہ خطرناک چیز ہے جو اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں بھی جو اخلاق ہیں ان کا سفر بھی جیسا کے میں نے جھوٹ کے خلاف جہاد کے متعلق کہا تھا گھروں سے شروع ہوگا۔ گھروں میں اگر بداخلاقیاں ہو رہی ہوں تو جو بچے ان گھروں میں پل کر جوان ہوتے ہیں وہ خوش اخلاق بن ہی نہیں سکتے۔ **اکثر قوموں کے اخلاق بگاڑنے والے ان کے ماں باپ ہیں۔ گھروں میں اگر ماں اور باپ کا آپس کا معاملہ بدخلقی پر مبنی ہوگا تو یقین کریں کہ وہ نسل لازماً بدخلق ہو جائے گی جو ایسے گھروں میں پل رہی ہے۔** خیر کی توقع ان سے

کی ہی نہیں جا سکتی۔ لازماً ان معنوں میں کہ عمومی قانون ہے جو کارفرما ہو گا لیکن استثناء ان معنوں میں بھی ہو سکتے ہیں کہ ظلمتوں میں سے خدا روشنی نکال دیتا ہے، بدوں کے گھر نیک پیدا کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے تو بعض سعید فطرت بچے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو بداخلاقوں کے گھر پلیں اور صاحبِ اخلاق ہوں لیکن بالعموم یہی ہوتا ہے کہ گھروں میں ماں باپ اپنی اولاد کو بدخلق بناتے ہیں بعض ایسی صورتوں میں بھی بدخلق بنا رہے ہوتے ہیں جب ان کو نصیحت اخلاق کی کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک تضاد پایا جاتا ہے ان کی زندگی میں۔ اپنے بچوں سے وہ اعلیٰ اخلاق دیکھنا چاہتے ہیں اور بچوں کے سامنے اپنا نمونہ جو رکھتے ہیں وہ بدخلقی کا ہوتا ہے اس لئے بچے ان کی بات ماننے کی بجائے ان کے عمل کا اثر قبول کر رہے ہوتے ہیں۔ گھر میں ہر وقت فتنہ فساد گالی گلوچ، بیوی خاوند کے خلاف بول رہی ہے، خاوند آیا گھر میں تو بیوی نے ہاتھ میں کوئی چیز اُٹھالی اور غصّے کی باتیں شروع کیں اتنی دیر کہاں رہے تھے، ہزار قسم کی بکواس شروع ہو جاتی ہے ایسی کہ جس کے نتیجے میں زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم نے گھروں کا تصور پیش فرمایا کہ تا کہ تمہیں سکینت نصیب ہو، طمانیت کی آماجگاہ ہو تمہارے لئے اور ایسی کیفیت لوگ خود اپنے گھروں کی بنا دیتے ہیں کہ اگر ان کو سکینت ملتی ہے تو گھر سے باہر ملتی ہے گھر کا تصور ہی ان کے لئے مصیبت بنا ہوا تھا۔ بجائے اس کے کہ بعض بیویاں اپنے خاوندوں کا انتظار کریں ان کو یہ ایک خوف لاحق ہو جاتا ہے کہ کب خاوند آئے گھر میں اور مصیبت شروع ہوئی۔ بعض خاوند بجائے اس کے کہ یہ سوچیں کہ ہم بیویوں کی طرف لوٹیں گے تو دنیا کے دھندے باہر چھوڑ کر تھوڑی سی سکینت حاصل کریں گے۔ وہ ڈرتے ہیں کہ گھر میں آئے تو فساد شروع ہوا گالی گلوچ شروع ہو گئی، مطالبے ہوئے کوئی اور طعنے دینے شروع کر دیئے گئے۔ خواہ مخواہ پاگلوں کی طرح، بے وقوفوں کی طرح اپنے گھروں کو خود جہنّم بنا رہے ہیں۔

بداخلاقی بہت ہی بڑا گناہ بن جاتی ہے کیونکہ بداخلاق کے متعلق میں جنت کا تصور نہیں کر سکتا۔ اس لئے نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو خدا نے جس جنت کی خبر دی ہے اس کا بدخلقی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سلام سلام ہی وہاں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس جنت کے لئے اس دنیا میں آپ کو سلامتی کی پریکٹس کرنی پڑے گی۔ اس کی رضا کے ذریعے سلامت ہونا اور سلامتی دینا دوسرے کو یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی پڑیں گی۔ اس لئے جنت کے متعلق یہ خیال کے سلامتی کو

توڑنے والے بدخلقی کرنے والے، ایک دوسرے کے خلاف زبانیں دراز کرنے والے جنت میں جائیں گے یہ واہمہ ہے اگر جائیں گے تو پہلے ان کی اصلاح فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایک لمبے دور سے ان کو گزارے گا، خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن بدخلقی اور روحانیت میرے نزدیک اکھٹے نہیں رہ سکتے کیونکہ قرآن اور حدیث کے مطالعے نے مجھے تو یہی سمجھایا ہے کہ اگر سچی روحانیت ہے تو اخلاق کی اصلاح ضروری ہے۔ اخلاق اچھے ہیں تو روحانیت کی تمنّا رکھنی چاہئے۔ تبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں جو اہم فلسفہ بیان فرمایا ہے اسلام کی اصلاح کا وہ یہی ہے کہ پہلے اسلام انسان بنانا سکھاتا ہے۔ اسلام جب انسان بنا دیتا ہے تو پھر اگلے مراتب اور اگلے مراحل کی طرف سفر نصیب ہوتا ہے اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ گندے کپڑے پر رنگ نہیں چڑھتا، پہلے اس کو دھونا پڑتا ہے اس کو صاف کرنا پڑتا ہے تب اس پر رنگ چڑھتا ہے۔

رمضان شریف اس معاملے میں ہماری بہت مدد کرتا ہے۔ بہت سے گند ہمارے بدخلقی کے رمضان کی جو آزمائش ہے اس میں سے گزرتے ہوئے جھڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بہت اچھا وقت ہے اب کہ اخلاق کے اوپر زور دیں اور بدخلقی کی، بدزبانی کی جو عادتیں ہمارے معاشرے میں پائی جاتیں ہیں اُن کے خلاف ایک جہاد شروع کریں لیکن بدزبانی کے ساتھ نہیں محبت اور پیار اور نرمی کے ساتھ۔ جب بھی آپ بے وجہ گھر میں شور دیکھیں کوئی بہن بھائی سے اونچی آواز میں بات کر رہی ہے خواہ مخواہ جبکہ نرمی سے بھی بات ہو سکتی ہے یا ماں آواز بلند کر رہی ہے بے وجہ۔ آپ دیکھیں گے کہ بعض دفعہ تو ان آوازوں سے ہی انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ خواہ مخواہ وقت بے وقت چیخوں کی آوازیں ایک دوسرے کے خلاف حملے ایک دوسرے سے چڑ کر بولنا۔ ایسے گھروں میں جنت کہاں سے پھر ملے گی؟ جن کو یہاں جنت نہیں ملنی ان کو وہاں جنت کہاں سے ملنی ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل:۷۳) خدا فرماتا ہے جو اس دنیا میں اندھا ہے اس نے وہاں بھی اندھا ہی اُٹھنا ہے۔ اس لئے اپنے گھروں کو جنت بنانا سیکھیں۔ اگر آپ وہاں جھوٹ کا قلع قمع کر دیں، اگر پاکیزہ سچائی کی عادت ڈالیں جو ہر مرحلے سے گزر کر زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اگر آپ اعلیٰ اخلاق پیدا کریں اپنے گھروں میں اور چوتھی چیز یہ کہ لین دین کو درست کریں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا آغاز باہر سے ہوگا گھروں کی بجائے کیونکہ

عموماً میں نے دیکھا ہے کہ جو لین دین کے معاملے میں باہر گندے ہوتے ہیں وہ اپنے گھر اس بات کی اطلاع نہیں کرتے۔ جب ان کو پکڑا جاتا ہے تو اُن کی بیوی اور بچے حیران ہو جاتے ہیں کہ اتنا نیک باپ اس کے خلاف جماعت ایکشن لے رہی ہے، اس کے خلاف فلاں نے مقدمہ کر دیا، اس بیچارے مظلوم کو گھسیٹ رہے ہیں کیونکہ باقی باتیں تو وہ نہ بھی چھپا سکے عموماً اکثر مرد اپنی بددیانتی ضرور چھپا جاتے ہیں گھر سے اور وہ بتاتے ہی نہیں کہ وہ کس قسم کی Shady Deals کر رہے ہیں باہر، کس قسم کے ان کے کمائی کے ذریعے ہیں۔ جہاں تک ان کے بیوی اور بچوں کا تعلق ہے وہ تو ان کو بڑا ہی محنتی، پارسا، نیک کمائی کرنے والا سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

اس لئے یہ جہاد باہر سے کرنا پڑے گا۔ سارے نظامِ جماعت کی ہر شاخ کو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہئے۔ لین دین کے معاملے میں جو شخص گندہ ہے، جو بے تکلفی سے کسی کا پیسہ کھا جاتا ہے شراکت کرتا ہے اس کو بڑے بڑے وعدے دیتا ہے اور پھر اس کے آغاز میں ہی اس کی نیت کے اندر بددیانتی کا فتور داخل ہوتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ بعد میں حالات اسے بددیانت بناتے ہیں۔ ہمیشہ جب بھی شراکتوں میں بددیانتی ہوتی ہے آپ دیکھیں گے کہ کسی نہ کسی شخص کی نیت میں یہ فتور تھا۔ شروع میں وہ نرم بن کے چلتا ہے جب موقع دیکھتا ہے آہستہ آہستہ اپنے پر پرزے پھیلانا شروع کر دیتا ہے اور بعض معصوم لوگوں کو لوٹ لیتا ہے۔

خاص طور پر وہ جو ہمارے باہر سے کمائی کر کے پاکستان جانے والے احمدی ہیں ان کو بہت اپنی فکر بھی کرنی چاہئے اس معاملے میں۔ اکثر صورتوں میں بے چاروں نے بڑی محنت سے پیسہ کمایا ہوا ہے اور وہاں جائیں گے تو بعض لوگ بڑا نیکی کا لبادہ اوڑھ کر ان سے ملیں گے اور ان کو نیک مشورے دیں گے کہ فلاں کام میں بڑی برکت ہے اور بڑا فائدہ ہے کہو تو ہم تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں ہم تمہیں کروا دیتے ہیں یہ کام اور بہت ساری صورتوں میں ایسے بے چارے لوگ اپنی ساری عمر کی کمائی ایسے ظالموں کے ہاتھ میں گنوا دیتے ہیں۔ بعد میں پھر خط لکھتے رہ جاتے ہیں کہ ہم تو ربوہ گئے تھے ہم سمجھے تھے یہاں سارے ہی پارسا بستے ہیں۔ ہم سے یہ ہو گیا۔ ہم لاہور گئے تھے وہاں ایک آدمی تھا وہ جماعت کا ہی عہدہ دار ہم وہم بھی نہیں کر سکتے تھے سب کچھ اس کو دے دیا وہ سب کچھ کھا گیا وغیرہ وغیرہ۔ یعنی نہ میرے ذہن میں اس وقت ربوہ کا کوئی شخص ہے نہ لاہور کا یہ نہ سمجھیں یہ

دونوں جماعتیں کہ میں ان کے اوپر کوئی واضح طور پر حملہ کر رہا ہوں۔ میری مراد ہے مثال کے طور پر۔ بعض لوگ اچھے نظر آتے ہیں بظاہر، بعض خوبیاں بھی ان میں پائی جاتی ہیں، بعض لوگ ایسے ہیں جن میں بدیاں اور خوبیاں مل جھل کے رہتی ہیں یہ تو خدا نے فیصلہ کرنا ہے بعد میں کہ ان کی بدیاں غالب تھیں یا ان کی نیکیاں غالب تھیں لیکن عہدے دار بھی ہو جماعت کا اس میں بھی یہ خطرہ موجود ہے اس کی ذات میں کہ وہ لین دین کے معاملے میں خراب ہو۔

تو لین دین کا جہاں تک تعلق ہے اس کے خلاف دو طرح سے جہاد کرنا ہے۔ ایک خود احتیاط کر کے۔ جتنی بے وقوف قوم ہوگی اتنا اس کو لوگ بے وقوف بنائیں گے۔ جتنی بے احتیاطی پائی جائے گی طبیعتوں میں اتنا زیادہ لوٹنے والوں کے لئے وہ جنت بن جاتی ہے ایسی قوم جہاں بے احتیاطی کی عادت ہو تو اپنے پیسے کے معاملے میں احتیاط کریں۔ تمام امکانی احتیاطیں اختیار کریں سارے ذرائع جس قسم کی بھی خدا نے عقل آپ کو عطا فرمائی ہے ان کو بروئے کار لائیں اور اعتماد کے نتیجے میں کہ فلاں آدمی نیک ہے اسی لئے میں اس پر اعتماد کروں، اپنا پیسہ ضائع نہ کریں۔

قرآن کریم نے فَاكْتُبُوْهُ (البقرہ: ۲۸۳) کا جو حکم دیا ہے اس میں یہ شرط ہی نہیں لگائی کہ کسی مشکوک کردار والے سے سودا کرو تو لکھ لیا کرو اور نیک سے کیا کرو تو نہ لکھا کرو۔ تجارتی اصول بنیادی پیش کر دیا ہے۔ فَاكْتُبُوْهُ سے صرف لکھنا مراد نہیں ہے اس زمانے میں جب کے لکھنے کا رواج نہیں تھا قرآن کریم میں خدا کا یہ حکم نازل ہونا بتاتا ہے کہ غیر معمولی احتیاطوں کی تعلیم دی جارہی ہے۔ لین دین میں بات پکی کر لیا کرو۔ کتاب سے مراد صرف لکھنا نہیں ہے، کتاب سے مراد فرض بھی ہے، کتاب سے مراد بات کا پختہ کرنا بھی ہے

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ (المجادلہ: ۲۱)

یہاں خدا نے قلم سے تو نہیں لکھا ہوا، كَتَبَ کا مطلب ہے پکی بات کر لی ہے اللہ نے یہ ٹوٹ نہیں سکتی اٹوٹ بات ہے۔ تو فرمایا کہ تم احتیاطیں بہت پختہ کر لیا کرو جب تم تجارت کیا کرو تو اعتمادات، بظاہر کسی کو نیک دیکھ کر احتیاط کے تقاضے نظر انداز نہ کیا کرو۔

پس جس سوسائٹی میں احتیاط زیادہ ہوگی وہاں لین دین کی بددیانتی کا جرم پرورش نہیں پا سکتا طبعی طور پر۔ بعض جسموں میں بعض بیکٹر یا زیادہ سرعت کے ساتھ پھیلتے ہیں، بعض جسم مقابلہ کرنے

والے ہوتے ہیں تو پہلا علاج تو یہ کرنا ہے کہ ساری جماعت ان بدیوں کا مقابلہ کرنے والی بنے۔ قرآن کریم نے جو حکم دیا ہے کتابت کا اُس کے ہر پہلو کو پورا کرے۔ تحریر جہاں لکھنا ضروری ہے وہاں لکھے، جہاں پختگی پیدا کرنے کے اور ذرائع اختیار کرنے ہے وہاں اختیار کرے۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہیں جو اگر مجھے وقت سے پہلے خط لکھ دیتے تو میں ان کو بتا دیتا کہ آپ نے ہرگز یہ کام نہیں کرنا۔ بعد میں بتاتے ہیں کہ یہ ہو گیا حالانکہ وہ ایسی چیزیں ہیں اگر نظری طور پر بھی میرے سامنے آتیں تو میں کہہ دیتا۔ بعض دفعہ ایک خط کی تمہید پڑھتے پڑھتے جب وہ کہتے ہیں کہ ”فلاں شخص سے ہم نے یہ سودا“ اسی وقت الارم خطرے کا بج جاتا ہے میں کہہ دیتا ہوں کہ بس اگر یہ کرلیا تو مارے گئے بیچارے اور بسا اوقات پھر یہ اطلاع ہوتی ہے کہ ہم نے کیا اور ہم مارے گئے۔

تو جب خدا تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ میں آپ کو خلافت عطا فرمائی ہے اور جب میں خلافت کہتا ہوں تو سارا نظامِ خلافت جو اس کے ساتھ کام کر رہا ہے وہ ساری مراد ہے میری۔ نظامِ جماعت ہے جو اس کے ساتھ ہے، ایک دوسرے کو صحیح اطلاعیں دینے کا ایک رابطہ ہے اور بہت سے فوائد ہیں نظام سے جو آپ حاصل کر سکتے ہیں۔ تو دوسرا طریق یہ ہے کہ نظام کے ان تمام سہولتوں سے جہاں تک ممکن ہے آپ فائدہ اُٹھائیں اور ویسے بھی اگر کوئی نئی تجارت کرنی ہے، کوئی نیا کام کرنا ہے تو جب آپ دعا کے لئے لکھتے ہی ہیں عموماً تو ساتھ کچھ تفصیل بھی دے سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ذہن میں ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے اللہ کے فضل سے وقت کے اوپر میں نے ان کو روک دیا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا بعد میں اُن کا خط آیا کہ الحمدللہ خدا نے بچا لیا ہمیں ورنہ بڑا ابتلاء پیش آ جانا تھا۔

تو دعا کے لئے بھی لکھیں ساتھ کچھ تفصیل بھی بتا دیا کریں اور اگر کہیں چھان بین کی ضرورت ہے تو امیر جماعت سے رابطہ کریں۔ امیر جماعت کے علاوہ نظارتیں بھی ہیں، براہِ راست مجھے بھی لکھ سکتے ہیں، میں تحقیق کروا سکتا ہوں۔ تو جس حد تک ممکن ہے یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم نے اپنے اندر ان بد بخت جراثیم کو پلنے ہی نہیں دینا اپنا دفاع مضبوط کر لینا ہے۔ دفاع جسم کا مضبوط نہ ہو تو یہ جو (Germ) جرم کش دوائیں ہیں وہ بھی کام نہیں دیتیں بنیادی طور پر آپ کا دفاع ہی ہے جو کام دیتا ہے۔ ایڈز کی بیماری کیا ہے؟ یہی ہے کہ جسم کا دفاع ناکام ہو چکا ہے اب اس کے اوپر لاکھ پینسلین آپ جسم میں داخل کریں، لاکھ دوسری دوائیں مائی سین یا اور قسم کی جَرم کش دوائیں داخل کر دیں کچھ

بھی نہیں ہوگا اس سے۔ جسم نے ہی جب ساتھ دینا چھوڑ دیا ہے دفاع کرنا چھوڑ دیا ہے تو کوئی فائدہ بیرونی مدد نہیں کر سکتی۔ پس جسم کا دفاع مضبوط ہو جائے تو بغیر دواؤں کے بعض دفعہ شدید سے شدید خطرناک امراض کو مغلوب کرنے کی جسم میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس لئے ایک جہاد تو آپ نے یہ کرنا ہے۔ دوسرے نظامِ جماعت کو ان ایسے لوگوں کو پن پوائنٹ (Pin point) کر لینا چاہئے جن سے بعض دوسروں کو خطرہ ہے اور ان کے متعلق تحقیق کرنی چاہئے ان کے لین دین کے مطابق سنجیدگی کے ساتھ صرف فیصلوں کے لئے نہیں بلکہ پیش بندی کے لئے بھی۔ بعض لوگوں کے متعلق پتا ہوتا ہے اُمراء کو کہ ان سے خطرہ لاحق ہے۔ ان کے متعلق ایسے ایکشن لینے چاہئیں کہ وہ جماعت کے سامنے آجائے معاملہ کوئی ان سے پوشیدہ نہ رہے، ایسا نہ ہو کہ جس کو ان کے شر سے محفوظ رکھا جا سکتا ہو معقول طریق پر اور نہ رکھا جائے۔ اب یہ معاملہ ایسا ہے کہ جس میں بعض احتیاطوں کی بھی ضرورت پڑے گی یعنی ایک شخص کے متعلق یہ مشہور کر دینا ایک امیر کی طرف سے کہ یہ بدکردار ہے، یہ لین دین میں ایسا ہے یہ بھی مناسب بات نہیں ہے کئی موقعوں پر اس سے زیادتی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ پہلے تحقیق ایسی پختہ کریں کہ اس کے بعد اگر مشورہ مانگنے والا آئے تو اس کو بتائیں کہ اس پختہ تحقیق کے نتیجے میں اس نے یہ بات کہی تھی بس آگے آپ کی مرضی ہے آپ آزاد ہیں چاہیں لین دین کریں چاہیں تو نہ کریں اور اگر اس نظام کو رواج دیا گیا جماعت میں کہ سب لوگ مشورے کریں اپنی ذاتی تجارتوں کے معاملے میں بھی، لین دین کے معاملات میں اور بعض لوگ جماعت کی نظر میں ہوں کہ یہ خطرناک ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نتیجے میں بہت سی مصیبتوں سے جماعت نجات بخش سکتی ہے۔

لین دین کے معاملے میں اگر گندگی ہو تو جو پچھلی ساری باتیں ہیں وہ ساری ضائع ہو جاتی ہیں، آ ہی نہیں سکتیں نہ جھوٹ سے نجات مل سکتی ہے نہ سچائی حاصل ہو سکتی ہے نہ اخلاق حاصل ہو سکتے ہیں ریاء کاری حاصل ہو سکتی ہے صرف کیونکہ اکثر دھوکہ دینے والے دو قسم کے اخلاق رکھتے ہیں۔ ایک پہلے کا خلق اور ایک بعد کا خلق۔ معاملہ کرنے سے پہلے انتہائی نرمی کے ساتھ ایسی ایسی پیار کی باتیں کرتے ہیں اور ایسے ایسے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے ان کو دیکھ کر اور جب وہ ایک دفعہ پیسہ کھا جائیں اس پہ قبضہ کر لیں پھر آپ ان کے سامنے جا کے دیکھیں

آپ نظر آتے ہیں تو ان کو غصّہ آ جاتا ہے۔ یہ بدبخت ہوتا کون ہے دن رات مصیبت ڈالی ہوئی ہے مجھے اور پھر وہ گھروں میں بھی جھوٹ بلواتے ہیں، دروازہ کھٹکتا ہے تو بچوں کو تعلیم دے کر بھیجتے ہیں کہ فلاں بدبخت آدمی نظر آ جائے تو کہنا یہ ہے ہی نہیں ہمارا باپ۔ وہ جو نیک ہے وہ بدبخت ہو جاتا ہے ان کے لئے جو بدبخت ہے وہ گھروں میں چھپنے لگ جاتا ہے اور نیکوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔

یہ سارے گندگی کے پہلو ہیں جنہیں لے کے ہم اگلی صدی میں داخل نہیں ہو سکتے اگر داخل ہوں گے تو پھر اگلی صدی سے خیر کی توقع نہیں رکھ سکتے، غیر قومیں ہم سے خیر کی توقع نہیں رکھ سکتیں۔ اس لئے اس جہاد میں مصروف ہو جائیں اور اس جہاد میں آپ مصروف ہوں گے تو ایک عجیب کیفیت پیدا ہو گی تضاد کی۔ ایک طرف آپ کو غیر مسلم کہنے والے دن بدن اسلامی قدروں سے محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں، ایک طرف جن کو غیر مسلم کہا جا رہا ہے وہ دن بدن اسلام کا ایک خالص اور ٹھیٹھ نمونہ بن کے دنیا کے سامنے ابھر رہے ہوں گے۔ خدا کس طرح دیکھے گا ان دونوں قسم کے لوگوں کو اور بالآخر دنیا کے ضمیر کے اندر جو خدا نے سچائی پیوستہ کر دی ہے جسے اکھیڑنا بھی چاہیں تو وہ اکھیڑ نہیں سکتے اس سچائی کا کیا فیصلہ ہو گا۔ یہ دو باتیں جب اکٹھی ہوں گی تو پھر وہ عظیم انقلاب برپا ہو جائے گا آپ کی فتح اور غلبہ کا جسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

پس آج اس جمعہ میں ان باتوں پر عمل کرنے کا فوری وقت تو نہیں ہے کیونکہ جمعہ میں تو آپ بات بھی نہیں کر سکتے خاموش بیٹھے رہیں گے لیکن نیتوں کا وقت ضرور ہے، فیصلوں کا وقت ضرور ہے اور جن تک یہ بات بعد میں بھی پہنچے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کے لئے بھی جمعۃ الوداع کی برکتوں کا دن بنا دے وہ وقت جب وہ یہ بات سن رہے ہوں اور ان کے دل میں بھی خدا اسی قسم کی مضبوط نیکی کی تحریکیں پیدا کر دے اور پھر ان کو تقویت عطا فرمائے۔

یہ چار باتیں تھیں جو میں آج آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ عہد کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جہاں تک خدا آپ کو توفیق عطا فرماتا ہے ان پر عمل کریں گے اور ان پر آگے عمل کروائیں گے اور عمل کروانے کے لئے ایک دُھن لگا لیں گے جس طرح مسیح کے حواریوں کو دُھن لگ گئی تھی اس طرح یہ دُھن لگا لیں اپنے اندر پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کتنی تیزی کے ساتھ جماعت اور بھی زیادہ ترقیوں کی طرف بڑھنے لگے گی۔

آخر پر دعا کے متعلق میں یہ صرف اتنا عرض کروں گا کہ جو احمدی بیچارے مسجدوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں بڑے ہی مظلوم ہیں ان کا بھی دل چاہتا ہے کہ وہ عبادتوں کے لئے اکٹھے ہوں، سب سے زیادہ وہ ہی اکٹھے ہونے والے تھے ان کے لئے جگہ نہیں چھوڑی گئی۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے ان کی عبادتوں کا تعلق ہے ان کو تو میں یہ پیغام دیتا ہوں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی طرف سے پیغام دیتا ہوں کہ خدا نے تمہارے لئے زمین کا چپہ چپہ مسجد بنا دیا ہے۔ بالکل غم اور فکر نہ کرو، تمہاری عبادتیں پہلے سے زیادہ مقبول ہو رہی ہیں جہاں بھی تم عبادتیں کر رہے ہو لیکن جنہوں نے ان کو محروم کیا ہے ان کی بدبختی کا تصور کریں۔ ان کی عبادتیں کہیں بھی مقبول نہیں ہو رہیں لازماً مردود ہو چکی ہیں۔ اس لئے اپنی دعاؤں میں ان مظلوموں کو بھی یاد رکھیں کہ ان کے دل کا درد دور کرنے کا خدا انتظام فرمائے، دوبارہ ان کے اکٹھا ہونے کا انتظام فرمائے اور ان کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے اور ان کے دلوں کو حوصلہ دے، ڈھارس دے، ان کے صبر کا مرتبہ بلند فرمائے اور ان کے اندر راضی برضا ہونے کا حوصلہ پید فرمائے۔ راضی برضا ہونے کا بھی حوصلہ چاہئے بڑی مزیدار بات ہے راضی برضا ہونا لیکن بے حوصلے کے نصیب نہیں ہوا کرتی۔ تو ان کے لئے خصوصیت سے یہ دعا کریں اور انہوں نے جنہوں نے اپنا مقدر تباہ کر لیا ہے مسجدوں پر حملے کر کے ان کے لئے دعا کریں اللہ ان کو عقل دے پیشتر اس کے کہ وہ مریں خدا ان کو ہدایت عطا فرمائے اور بدنصیبی کی حالت میں ان کو موت نہ دے۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج بھی نماز جنازہ غائب ہوگی جمعہ کے بعد اور دس مرحومین ہیں جن کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے گی۔

ایک عبدالستار خان صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا، ہمارے چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ کی بیگم کے بھائی تھے یہ خاموش طبیعت تھے مگر بہت دل میں نیکی اور اخلاص تھا۔ پچھلے کچھ عرصہ سے کافی بیمار چلے آرہے ہیں۔ ان کا مجھے خط بھی ملا تھا خاص طور پر اس میں یہ تاکید تھی کہ جنازہ ان کا میں پڑھوں۔ مجھے تو آج ہی ابھی پتا لگا ہے کہ یہ فوت ہو گئے ہیں معلوم ہوتا ہے پہلے خط آیا ہوگا میرے ذہن میں نہیں رہا۔

اسی طرح ہمارے سیالکوٹ کے ایک مخلص خاندان خواجگان کا خاندان ہے، خواجہ عبدالرحمان صاحب کے بیٹے، جماعت میں بڑے معروف ہیں خواجہ سرفراز احمد اوران کے دیگر بھائی خدا کے فضل سے جماعت کے سب کاموں میں بہت پیش پیش اور یہ گھر مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک خاص مقام رکھتا ہے سیالکوٹ میں۔ خواجہ سرفراز احمد کی والدہ وفات پاگئی ہیں، موصیہ تھیں۔

صغراں بیگم صاحبہ اہلیہ منشی سلطان احمد صاحب منڈیکے گورائیہ ضلع سیالکوٹ ہمارے شریف خالد صاحب جو پہلے پروفیسر ہوا کرتے تھے اور ایڈووکیٹ ہیں آجکل ربوہ میں ان کی نسبتی بہن ہیں جو حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے جنازے میں شرکت کے لئے آرہی تھی تو راستے میں بس کے حادثے میں شہید ہوگئیں۔

مکرمہ انور بیگم صاحبہ یہ مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ جماعت کے جو پُرانے لوگ ہیں، ان معنوں میں پرانے کہ قادیان کا زمانہ یاد ہوگا، وہ خوب واقف ہوں گے مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر سے۔ زودنویس تھے اور ایسے کہ نہ ان کی زندگی میں کوئی ایسا زودنویس اور دیکھا گیا نہ ان کے بعد پھر کبھی نصیب ہوا۔ تو اکیلے حضرت مصلح موعودؓ کی ساری تقریریں لکھتے تھے اور اتنی اچھی وہ پھر Reproduce کر لیتے تھے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا، ہمیں تو لکیریں ہی نظر آتیں تھیں مگر تمام کی تمام تقریر کم وبیش من وعن اس طرح وہ صاف کر کے پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ وہ زمانہ تھا جب ریکارڈنگ وغیرہ تو ہوا نہیں کرتی تھی خود ہاتھ سے لکھتے تھے لوگ اور مولوی محمد یعقوب صاحب آٹھ آٹھ نو نو گھنٹے کی تقریریں لکھ رہے ہوتے تھے ساتھ اور بغیر خطا کے الا ماشاء اللہ اس کو پھر دوبارہ اسی حالت میں پیش کر دینا حیرت انگیز معجزانہ کام تھا۔ آخری عمر پہ ان کے ہاتھ بیچاروں کے مڑ بھی گئے تھے اتنا لمبا عرصہ تک یہ کام کرنے کی وجہ سے ان کے ہاتھ کی طبعی شکل میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی لیکن بڑے نیک بہت مخلص فدائی آدمی ان کی اہلیہ نے اب وفات پائی ہے انہوں نے ان کے لئے خاص طور پر دعا بھی کی جائے۔ اسی طرح باقی سب کے لئے بھی۔

ایک ہمارے کوٹ مومن کے دو میاں بیوی بہت مخلص تھے یکے بعد دیگرے بہت تھوڑے عرصے میں انہوں نے وفات پائی ہے۔ ہمارے عبدالحمید صاحب غازی جو انگلستان کی جماعت کے معروف خدمت کرنے والے ہیں ان کے عزیز تھے یہ۔ اقبال بیگم اور شیخ مشتاق احمد صاحب یہ

دونوں بہت تھوڑے تھوڑے وقفے سے ایک دوسرے کے بعد فوت ہو گئے۔

پھر ایک ڈاکٹر محمد اسلم صاحب ہومیو پیتھ لاہور کے تھے یہ بھی عبدالحمید صاحب غازی ہی کی طرف سے اطلاع ملی ہے۔ یہ بھی میں جانتا ہوں بڑے نیک آدمی خدمت کرنے والے یہ بھی وفات پاگئے ہیں ان کو فالج کا حملہ ہوا تھا کچھ عرصہ پہلے۔

شیخ محمد اقبال صاحب، شیخ محمد حنیف صاحب کے بھائی (مجھے تو یاد پڑتا تھا کی ان کی نماز جنازہ ہو گئی ہے مگر یہاں انہوں نے بتایا ہے کہ ابھی تک نہیں ہوئی) یہ بھی بہت مخلص خاندان کے فرد تھے خود بھی بڑے نیک مزاج اور خوش خلق۔

اسی طرح ڈاکٹر صادق احمد صاحب بنگالی کنری سندھ کے ہیں۔ یہ بھی بہت جماعت سے محبت کرنے والے مخلص، دین کی خدمت کرنے والے۔

سعیدالدین احمد ابن حمیدالدین صاحب جرمنی (سعیدالدین احمد بچہ ہے آٹھ ماہ کی عمر تھی جب وہ وفات پا گیا) حمیدالدین صاحب نے درخواست کی ہے کہ صحت مند بچہ تھا اور کوئی بیماری بھی نہیں ہوئی صرف ایک بیماری ہے جو بہت ہی Rare ہے کہ سوتے میں بغیر کسی بیماری کے دم نکل جائے اس سے چونکہ وفات ہوئی اس لئے ماں باپ کے لئے غیر معمولی صدمے کا موجب ہے تو ان سب کی نماز جنازہ انشاء اللہ نماز جمعہ کے معاً بعد ہو گی۔

عید کے متعلق وقت کا اعلان امام صاحب نے کر دیا ہو گا انشاء اللہ ساڑھے دس بجے اسلام آباد میں ہو گی۔ جہاں تک جمعہ کا تعلق ہے اس کے متعلق میں نے تمام احادیث اور فقہی آراء اکٹھی کروائی تھیں ان کا مطالعہ کیا ہے بڑی تفصیل سے اس وقت اس کے تفصیل سے بتانے کا تو موقع نہیں لیکن ایک پہلو ابھی تشنہ ہے یہ دیکھنا باقی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ایک ہی موقع آیا جس میں جمعہ اور عید اکٹھے تھے یا ایک سے زیادہ مواقع آئے۔ اگر ایک ہی موقع تھا تو پھر جو مستند روایات ہیں وہ یہی بتاتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود جمعہ پڑھا عید کے علاوہ اور باہر سے دور سے آنے والوں کو رخصت دی اور جو مقابلۃً غیر مستند یا دور کی روایات ہیں اُن سے دو قسم کی شکلیں آرہی ہیں سامنے۔ ایک یہ کہ آپ نے جمعہ پڑھا عید کے ساتھ ہی اور پھر نماز ظہر بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی اور ایک یہ کہ نماز ظہر پڑھی گئی اور جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ تو اگر ایک ہی جمعہ تھا تو پھر یہ باقی ساری

روایتیں نا قابلِ اعتماد ہیں اور سب سے زیادہ وزن دار روایت وہی ہے جس کو میں نے بیان کیا ہے اور اگر ایک سے زائد جمعہ ہیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ ایک جمعہ میں ایک مؤقف اختیار فرمایا گیا ہو اور دوسرے جمعہ میں دوسرا مؤقف اختیار فرمایا گیا ہو۔ چونکہ یہ بات ابھی قابلِ تحقیق ہے اس لئے ہم اسی مستند روایت پر ہی عمل کریں گے یعنی اسلام آباد میں عید ہوگی اور جو دور سے آنے والے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ نے خود رخصت فرمادی کہ وہ بے شک جمعہ میں شامل نہ ہوں ان کا جمعہ عید کے ساتھ ہی ہو جائے گا لیکن ہم جمعہ پڑھیں گے یہاں اور مختصر جمعہ بالکل چند کلمات کہہ کر مسنون خطبہ کے بعد وہ ختم کر دیا جائے گا۔ اس لئے جو دوست اس حلقے میں رہنے والے ہیں جو شامل ہو سکتے ہیں یا جو نماز ظہر میں شامل ہوتے ہیں وہی شامل ہوں جو دور سے آنے والے ہیں ان کو خدا اور رسول نے اجازت دے دی ہے مگر اگر وہ شامل ہونا چاہیں کہیں جمعہ میں تو ان کی مرضی ہے۔ اس سے روکا بھی نہیں ہے۔ اسلام آباد والے فیصلہ کرلیں وہاں تو میرا خیال ہے مرکزی جمعہ جو ہے یہیں کا کافی ہے۔ وہاں اس وقت باقیوں کے لئے ابتلاء آجائے گا کیونکہ جو لوگ پھیلے ہوئے ہوں گے وہاں کھانا کھا رہے ہیں مختلف مشاغل میں مصروف اگر جمعہ کی اذان ہو اور وہ نہ شامل ہوں تو اپنے آپ کو مجرم محسوس کریں گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہاں ظہر کی نماز ہی پڑھی جائے اور ان کا جمعہ عید کے ساتھ ہی شامل ہو جائے گا۔ یہاں مرکزی مسجد میں جو اس وقت ہماری مرکزی مسجد ہے اس میں ہم جمعہ ادا کریں گے۔